مقامِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

حضرتِ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا مطالعہ

ترتیب و تدوین
ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
شعبہ علومِ اسلامیہ و عربی

تحقیقات

مقامِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کا مطالعہ

ترتیب و تلخیص

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

شعبہ علوم اسلامیہ و عربی

تحقیقات

نام کتاب : مقام اہل بیت

مؤلف : ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

ناشر : تحقیقات، لاہور 0321-8438291

پروف ریڈنگ : شاہد حسین

خطاطی : احمد علی بھٹہ

زیر اہتمام : محمد راشد مگھالوی، چوہدری محمد عمران اشرف

سن اشاعت : جنوری ۲۰۱۴ھ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

قیمت : 15$ / ۱۰۰ روپے

297.648 شمس، محمد ہمایوں عباس

ش م س مقام اہل بیت: حضرت مجدد کے افکار کا مطالعہ

لاہور: تحقیقات، 2014

ص 52

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد و آلہ وسلم

حرف اول

قرآن کریم نے اعتقادات وایمانیات کو عمل پر مقدم رکھا۔ وجہ واضح ہے کہ اگر اعتقاد میں کمزوری ہوگی تو ایک عمل تو وجود میں آئے گا مگر وہ قرآن کا مطلوب عمل صالح نہ بن سکے گا۔ اسی وجہ سے ہمیشہ مصلحین وداعیانِ اسلام نے، اسوۂ رسول ﷺ کو اپناتے ہوئے، اعتقادات کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی طرف توجہ دی۔ اعتقادات میں مضبوطی آئے گی تو یقیناً اعمال کی اصلاح ہوتی جائے گی دسویں صدی ہجری برصغیر میں کئی جہات سے، اعتقادات پر، حملہ آور ہونے کی صدی ہے۔

اس پُر آشوب دور میں امام ربانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ، تائید ایزدی سے تشریف لائے اوران عناصر کی بیخ کنی میں اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف کردیا۔

اُس دور کے فتنوں میں سے ایک فتنہ اصحاب رسول ﷺ کی عظمت وعزت سے متعلق تھا۔

بیرونی عناصر اور سیاسی مصلحتوں نے ایسے عناصر کو پروان چڑھایا جو اصحابِ رسول ﷺ کی شان رفیع پر حملہ آور ہوئے ۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ نے اصحابِ رسول ﷺ کے حوالہ سے بنیادی اعتقادی اصولوں کو بیان فرمایا۔ علمائے اہلسنت نے کتب عقائد میں جن چیزوں کی تفصیلات بیان کی تھیں ان کو عام فہم اور سادہ الفاظ میں بیان کیا وہ صوفیہ جو غلط اِعتقادات کی زد میں آگئے تھے ان کے لئے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے روحانی مقام کا تذکرہ کیا، ضروری تھا کہ اہلسنت کے بنیادی عقائد، جو اہل بیت سے

متعلق تھے اور توازن واعتدال کی خوبی رکھتے تھے، کو بھی بیان کر دیا جائے۔ یہی افراط وتفریط کے درمیان راہِ حق تھی جس پر ہمیشہ اہلِ اسلام نے یقین رکھا۔ اہلِ بیت کے مصداق کون لوگ ہیں؟ ان کی عظمت وشان کیا ہے؟

قرآن کریم اور احادیث میں ان کے فضائل کس انداز سے بیان کئے گئے ہیں اور روحانی اعتبار سے کن رفعتوں کے مالک تھے؟

یہ وہ موضوعات تھے جن کو امام ربانی علیہ الرحمہ نے اپنے مکاتیب میں مختلف مقامات پر آسان پیرائے اور بعض مقامات پر دقیق مضامین کی روشنی میں بیان کیا۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کی اس فکر کا اثر مابعد کے مجددی صوفیہ پر بھی ہوا۔

فکری انتشار کے اس دور میں عقیدہ وعمل کی پختگی کے لئے حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ کے اعتدال پر مبنی افکار کا مطالعہ معاشرتی وحدت اور فکری ہم آہنگی پیدا کر سکتا ہے۔

جناب شاہد حسین کا شکر گزار ہوں کہ افکار امامِ ربانی علیہ الرحمہ کی جمع آوری اور اشاعت کے معاملات میں معاونت کرتے ہیں۔ میرے علمی کام نامکمل رہیں اگر میرے والدین اور شیخ کی دعائیں اور اہل خانہ کی اعانت شامل نہ ہو اللہ کریم سب کو دارین میں اپنی نوازشات وعنایات کریمی سے نواز ے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ وعربی

جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

دسمبر ۲۰۱۳ء/۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۶

اہل، آل، ذریت اور عترت۔۔۔۔مفاہیم

اہل: اھـل رجـل سے مراد وہ افراد ہیں جو کسی کے ساتھ نسب، دین، صناعت، گھر اور شہر کے لحاظ سے اکٹھے ہوتے ہیں۔(۱)

علامہ مصطفوی نے کتبِ لغت سے مختلف اقتباسات نقل کرنے کے بعد کہا:

> ان المعنى الحقيقى لهذه المادة: هو تحقق الانس مع الاختصاص و التعلق. ثم ان لهذا المعنى مراتب سعة وضيقا، فالزوجة والا بناء والبنات والا حفاد والاصهار كلهم من الاهل، و كلما يشتد التعلق ويزداد الاختصاص: يقوى عنوان الاهلية، فقد يكون واحد من المرتبة المتأخرة أقرب وأولى من الاخر المتقدم، وقد ينفى عنوان الاهلية عمن ينتفى فيه التعلق والتوافق والاختصاص. انه ليس من أهلك انه عمل غير صالح (۲)

اس مادہ کا حقیقی معنی وہ انس ہے، جو توافق، اختصاص اور تعلق کے ساتھ ہو۔ اس کے مراتب میں زوجہ، اولاد، بیٹے، بیٹیاں، پوتے اور سسرال، سب شامل ہیں۔ پھر اس میں جتنا تعلق و توافق زیادہ ہوگا اور اختصاص بڑھتا جائے گا، اہلیت کا عنوان اتنا ہی قوی ہوتا جائے گا اور بعض اوقات جہاں تعلق و توافق منتفی ہوتا ہے تو اہلیت کا عنوان بھی منتفی ہو جاتا ہے جیسے

۱۔ الفیروزآبادی، مجدالدین محمد بن یعقوب، بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، جلد۲، ص:۸۳

۲۔ علامہ مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۹، جلد اول، ص:۱۸۴

اِنَّهُ لَیسَ مِنْ اَھلِكَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَیرُ صَالِحٍ (۱)

ترجمہ: (اے نوح) یہ تیرے اہل میں سے نہیں (کیونکہ) یہ غیر صالح ہے۔

اس تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظِ اہلِ بیت کا دائرہ تنگ اور وسیع ہوتا رہتا ہے اس اختصاص وتوافق سے ازواج اور اولاد کو نہیں نکالا جا سکتا جب کہ عقائد کی بنیادیں صحیح اور سلامت ہوں۔

آل: فیروز آبادی نے لفظ آل کا دوسرا معنی یوں نقل کیا ہے:

بمعنی اهل البیت و الحاضرین من اهل القوت و النفقة (۲)

علامہ مصطفوی اس لفظ کے بارہ میں اپنی تحقیق یوں لکھتے ہیں:

"تطلق علی عدة یر جع نسبهم او عنوانهم او طریقتهم او دینهم الی شخص" (۳)

یعنی اس لفظ کا اطلاق ان چند افراد پر ہوتا ہے جو نسب، عنوان، طریقت، یا دین میں ایک شخص سے متعلق ومنسوب ہوں۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی کی وسعت کے لحاظ سے قرائن کی بنیاد پر مختلف مقامات پر اس کا معنی معین کیا جاتا ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا گیا کہ لوگ کہتے ہیں المسلمون کلهم آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ نے فرمایا انہوں نے سچ کہا اور جھوٹ بھی۔ پوچھا گیا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا: کذبوا فی ان الامة کافتهم آله و صدقوا انهم اذا قاموا بشرائط شریعته فهم آله (۴)

۱۔ سورۃ ہود۔ ۴۶

۲۔ البصائر، جلد۲، ص: ۱۶۲

۳۔ التحقیق، جلد اول، ص: ۱۹۲

۴۔ بصائر، جلد۲، ص: ۱۶۳

جھوٹ یہ کہ پوری امت آپ کی آل ہے اور سچ یہ کہ اگر وہ شریعت کی شرائط پر عمل پیرا ہوں تو آپ کی آل ہیں۔

اہل اور آل کے فرق کو علامہ مصطفوی نے بایں الفاظ واضح کیا ہے۔

فالقید فی مفهوم الاهل : هوالانس وفی الال : هو الرجوع والاتکاء (۱)

ترجمہ: اہل میں انس کی قید ہے اور آل میں نسبت ورجوع کی۔

ذریت: علامہ مصطفوی لکھتے ہیں:

فان النسل المنتشر من شخص فی بدء ظهوره ذرات لطیفة تخرج من بین الصلب والترائب منشورة فی الرحم (۲)

ترجمہ: کسی شخص سے پھیلنے والی نسل ظہور کی ابتداء میں لطیف ذرّات ہوتے ہیں جو پشت سے نکل کر رحم میں منتشر ہو جاتے ہیں۔

جلیل محسن وناس آل اور اہل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فبما تقدم یتضح أن الال وا لاهل کلاهما لفظان متراد فان ید لا ن علی معنی واحد (۳)

مذکورہ بحث سے واضح ہوتا ہے کہ آل اور اہل دو مترادف الفاظ ہیں جو ایک معنی پر دلالت کرتے ہیں۔

عترت: بڑا کنبہ جس سے بہت سے قبیلے نکلتے ہیں، قبیلہ اس سے چھوٹا ہوتا ہے۔ جس میں باپ دادا کی اولاد ہوتی ہے اور عتیرہ اس سے بھی چھوٹا کہ جس میں باپ کی قریبی اولاد ہی ہوتی ہے (۴)

۱۔ التحقیق، جلد ۱، ص: ۱۹۳ ۲۔ ایضاً، جلد ۳، ص ۳۳۱

۳۔ جلیل محسن وناس، اہل البیت و آثار ھم الواردۃ فی الالفۃ بین المسلمین: دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۷، ص: ۱۶

۴۔ القاموس الوحید: وحید الزماں

ازواج مطہرات کا اہلِ بیت میں شامل ہونا

آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں آپ کی اولاد اور ازواج شامل ہیں۔ امام فخر الدین رازی (۱)، ابوحیان اندلسی (۲)، علامہ آلوسی (۳) اور ملا علی قاری (۴) جیسے مفسرین ومحدّثین کی یہی رائے ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۵) لکھتے ہیں:

اہلِ بیت کی تفسیر میں چند اقوال واطلاق ہیں کبھی ان لوگوں پر اہلِ بیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ جن پر صدقہ حرام ہے وہ آلِ علی، آلِ جعفر اور آلِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہیں اور کبھی اس میں اولادِ رسول اور ازواج مطہرات بھی شامل ہوتے ہیں۔

اور کبھی مخصوص سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا، امام حسن وحسین اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم مراد ہوتے ہیں۔

اہلِ بیت کے اطلاق میں ان تفسیری اقوال کے درمیان تطبیق اس طرح ہے کہ "بیت" کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ بیت نسب: حضرت عبدالمطلب کی اولاد

۲۔ بیت سکنیٰ: ازواج مطہرات

۳۔ بیتِ ولادت: اولاد کرام

۱۔ مفاتیح الغیب۔ جلد ۹، ص: ۱۶۸

۲۔ البحر المحیط، جلد ۸، ص: ۴۷۹

۳۔ روح المعانی۔ جلد ۲۲، ص: ۲۴

۴۔ مرقات۔ جلد ۱۰، ص: ۵۰۸

۵۔ مدارج النبوت (مترجم)، جلد دوم، ص: ۵۴۴

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ بھی اہلسنت کے عمومی نقطۂ نظر کے مطابق ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شامل سمجھتے تھے۔ اس کا اندازہ آپ کے ایک مکتوب(۱) سے لگایا جاسکتا ہے جس کے مندرجات کو آئندہ صفحات میں نقل کیا جائے گا۔

محمد راجی حسن کناس نے اپنی کتاب **حیاۃ نساء اھل البیت** میں درج ذیل عنوانات کے تحت تفصیلات درج کی ہیں۔ (۲)

اولاً : الامھات

ثانیاً : الازواج

ثالثاً : الازواج والسراری

رابعاً : البنات

خامساً : الحفیدات

اہل بیت پر لکھی گئیں کتب:

اہلِ بیت کے احوال ومناقب کو کتبِ احادیث وتاریخ میں درج کرنے کا اہتمام موجود ہے۔ حدیث کی ہر کتاب میں ایسے ابواب موجود ہیں جن میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے جو اہل بیت کی حیات کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں اور شارحین حدیث نے احادیث نبویہ کی تفصیل میں بہت سے امور کی وضاحت کی۔ اسی طرح مفسرین نے مختلف آیات کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے اہل بیت سے متعلقہ امور پر بحث کی۔

۱۔ دفتر دوم۔ مکتوب ۳۶۔

۲۔ ۳۳۷ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دار المعرفۃ بیروت سے ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی

کتب فتاویٰ میں مفتیان کرام نے اہل بیت کے متعلق فقہی احکامات کا ذکر کیا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے تراجم پر لکھی گئی تمام کتب میں بھی اس خانوادہ کے افراد کا ذکر موجود ہے۔

صوفیائے کرام نے بھی اپنی کتب میں ائمہ اہل بیت سے عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ کتب انساب بھی ان کے ذکر سے معمور ہیں۔ ان تمام کتب میں آلِ رسول ﷺ کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ مستقل کتب بھی تحریر کی گئی ہیں۔ ایسی چند کتب کے ناموں کی ایک فہرست ذیل میں دی گئی ہے:

۱۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار الشیخ سید الشبلنجی

۲۔ انوار شجرة نسب سیدنا محمد ﷺ محمد جلال ابراھیم

۳۔ فضل آل البیت : مقریزی

۴۔ حیاة نساء اهل البیت : محمد راجی حسن کناس

۵۔ موسوعة سیرة آل بیت النبی : د. حمزة النشرتی

۶۔ نصرة النبی المختار فی اهل بیته الاطهار : رجب عبدالسمیع محمود

۷۔ ارشاد الغبی الی مذهب اهل البیت فی صحب النبی ﷺ محمد بن علی الشوکانی

۸۔ فضل اهل البیت و علو مکانتهم عند اهل السنة و الجماعة : عبدالمحسن حمد العباد البدر

۹۔ مودة اهل البیت عند اهل السنة ، الدکتور عائض القرنی
(اس کے آخر پر اهل البیت فی القرآن الکریم و السنة النبویة از دکتور محمد الهاشمی ہے)

۱۰۔ کتاب درر الاصداف فی فضل السادة الاشراف : عبدالجوادبن خضر الشربینی

۱۱۔ اهل البیت و آثارهم الواردة فی الالفة بین المسلمین : جلیل محسن و ناس

۱۲۔ الصواعق المحرقة فی الرد علی اهل البدع و الزندقة : ابن حجر الهیتمی

١٣ـ مناقب آل ابی طالب : محمد بن علی شهر اشوب

١٤ـ الذریة الطاهرة : دولابی

١٥ـ تراجم سیدات بیت النبوة ، عائشه عبدالرحمن بنت الشاطی

١٦ـ الثغور الباسمة فی مناقب فاطمة ، سیوطی

١٧ـ وانها فاطمة الزهراء ، محمد عبده یمانی

١٨ـ فاطمة الزهراء والفاطمیون ، عباس محمود العقاد

١٩ـ الزهراء ، عبدالزهراء عثمان محمد

٢٠ـ فاطمه بنت محمد ، عبدالخالق حسن عبدالوهاب

٢١ـ السیده فاطمة الزهراء احمد فهمی محمد

٢٢ـ فضائل فاطمه: عمر بن شاهین

٢٣ـ حیاة فاطمه : محمود شبلی دارالجیل بیروت

٢٤ـ ابنة الزهراء بطلة الفداء زینب: د. علی احمد شبلی

٢٥ـ زینب الکبری من المهدالی اللحد : قزوینی

٢٦ـ زینب بطلة کربلاء : دکتور عائشه عبدالرحمن

٢٧ـ تنویر البصر لاثبات وجود مرقد السیدة زینب بمصر : اسامه زقزوق

٢٨ـ ابو الشهداء الحسین بن علی : عباس محمود العقاد

٢٩ـ الحسین بن علی: توفیق ابو علم

٣٠ـ الحسین علیه السلام : علی جلال الحسینی

٣١ـ السیدة النفیسة : توفیق ابو علم

۳۲۔ المنقی النفیس فی مناقب دائرة التقدیس ، شیخ صالح الجعفری

۳۳۔الدرر البھیة و الجو اھر السنیة فی الفرو ع الحسنیة و الحسینیة ، ادریس بن احمد الحسینی

۳۴۔ الثقلان : محمد حسین بن الشیخ محمد المظفر

۳۵۔ فاطمة و الثوب الجدید : انس عبدالحمید القوز

۳۶۔ مراقد آل البیت فی القاھرة ، محمد زکی ابراھیم

۳۷۔ آل بیت فی مصر : احمد ابو کف

۳۸۔ الذریة الطاھرة النبویة : محمد ابن احمد بن حماد الدولابی (م:۳۱۰ھ)

۳۹۔ اسعاف الراغبین فی اھل بیت المصطفی الطاھرین : محمد الصبان

صرف اس فہرست پر نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلفین نے اہل بیت کی حیات کے ہر زاویہ کو دیکھا ہے اور اس کو زیر بحث لایا ہے کیوں کہ یہ انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے والے وہ مثالی انسان ہیں کہ ہر زمانہ کو ان کے پاکیزہ افکار اور نورانی قلوب سے استفادہ کی ضرورت رہے گی۔

سیرت اہلِ بیت کا مطالعہ۔۔۔ضرورت واہمیت

خانوادۂ رسول ﷺ کی سیرت کا مطالعہ ان وجوہ سے اہم ہے۔

(ا) قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ ﷺ میں اہلِ بیت کے فضائل وکمالات کا تذکرہ، ان کے لیے محبت واحترام کے جذبات کا حکم اور صحابہ کرام وتابعین کے ہاں اہل بیت کے اکرام اور مودت کی روایت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس جلیل القدر اور عظیم المرتبت گروہ کا مطالعہ کیا جائے۔ ازواجِ مطہرات اور اولادنبی ﷺ ان حسین اداؤں کی شاہد ہے جو انہوں نے آقا کریم ﷺ سے ظہور پذیر ہوتے دیکھیں۔ یہ ادائیں امت تک اہلِ بیت اور صحابہ نے پہنچائیں۔ وہ لوگ کتنے عظیم اور معتبر ہوں گے جن کے سینے ان روایات کے امین بنے۔ ایسے امین افراد کی سیرت کا مطالعہ، یقیناً ہماری دینی ضرورت ہے۔

(ب) خون اور خاندان کے اثرات جینز میں بڑی حد تک رہتے ہیں۔ سیرت کی تشکیل میں ان اثرات کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

ابراہیمی خانوادہ اپنی خدمات، اثرات اور معاشرتی روابط کی بنیاد پر اتنا اہم ہے، کہ حیاتِ انسانی کے الجھے گیسوسنوارنے کے لیے لائق مطالعہ ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ سے نسبت وتعلق شخصیت میں نکھار اور حسن پیدا کرتا ہے اور یہ نسبت نبوی ﷺ اتنی اہمیت کی حامل ہے کہ انسان کو ان شخصیات کی سیرت کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

(ج) دنیا کی تمام قومیں اعلیٰ کردار کے حامل افراد کی تلاش کرتی ہیں تاکہ انسانوں میں انسانیت کے لیے نمونہ جات تلاش کیے جاسکیں اور انسانیت کو ان اعلیٰ روایات کو اپنانے کی دعوت دی جاسکے۔ اس تناظر میں بھی ان شخصیات کا نفسیاتی تجزیہ کرکے انسانیت کو دعوتِ عمل دی جاسکتی ہے۔ یہ لوگ کسی خاص مسلک کے نمائندہ نہیں بلکہ انسانیت کا وقار ہیں۔ اس لیے قابل مطالعہ ہیں۔ ان کے اخلاق واطوار اور بلند کردار کا ایک نمونہ فرزدق کے اس قصیدے میں پیش کیا گیا ہے:

هذا الذی تعرف البطحاء و طاته
والبیت یعرفه والحل والحرم

''یہ وہ ہستی ہے جن کے قدموں کی آہٹ سرزمین بطحا جانتی ہے اور ان کے منصب جلیل کو کعبہ جانتا ہے اور حل و حرم واقف ہے۔''

هذا ابن خیر عباد الله کلهم
هذا التقی النقی الطاهر العلم

''یہ لختِ جگر ہے اس ہستی پاک کا جو اللہ کے بندوں میں سب سے افضل ہے، یہ خود پرہیز گار، پاکباز اور پاک باطن دنیا میں مشہور ہے۔''

هذا ابن فاطمة ان کنت جاهله
بجده انبیاء الله قد ختموا

''اچھی طرح پہچان لے یہ نورِ نظر ہیں سیدہ فاطمہ زہراء (رضی اللہ عنہا) کے اگر تو ان سے بے خبر ہے اور یہ وہ ہیں جن کے جدِ امجد کی بعثت پر اللہ کے نبیوں کی تشریف آوری ختم ہوئی۔''

ینمی الی ذروة العز التی قصرت
عن نیلها عرب الاسلام والعجم

''وہ عز و شرف کے اس بلند مقام پر فائز ہوئے ہیں جس کے حاصل کرنے سے قاصر ہیں عرب و عجم کے مسلمان''

اذا راته قریش قال قائلها
الی مکارم هذا ینتهی الکرم

''جب قبائل قریش ان کی رفعتِ شان دیکھتے ہیں تو پرکھنے والا کہہ دیتا ہے ان کے منصب جلیل پر اعزاز و مناقب ختم ہو جاتے ہیں''

ینشق ثوب الدجی عن نور طلعته
کالشمس تنجاب عن اشراقها الظلم

''ان کے وجہ منیر کے ظہور سے ہدایت کے انوار پھیل گئے، جیسے سورج کی روشنی سے ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں۔''

یکاد یمسکه عرفان راحته
رکن الحطیم اذا ما جاء یستلم

''شاید ان کے دست اقدس کی ہتھیلی کی خوشبو کو جمع کر لیا ہے رکن حطیم نے، جبکہ وہ حجر اسود کو چومنے آئے۔''

فـمـا يـكـلـم الا حين يبتسم　　　يغضى حياء و يغضى من مهابته

''حیاء ایمانی کی وجہ سے ان کی آنکھیں بند ہیں اور لوگوں کی آنکھیں ان کی مہابتِ شان سے بند ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان سے کلام صرف اس وقت کیا جاسکتا ہے جب وہ تبسم ریز لہجہ میں ہوں''

من كف اروع فی عـرنینه شمم　　　بـكـفـه خـيـزران و ريحـه عبق

''ان کے دست نوری میں خزران کی چھڑی ہے اور اس کی مہک اڑ رہی ہے اور وہ ایسے کے ہاتھ میں ہے جو بہت اونچی ناک والا سردار ہے۔''

طـابـت مـغـارسه و الخيم و الشيم　　　مشتقة مـن رسـول الـلـه نبعتـه

''ان کا وجود عنصری اللہ کے رسول ﷺ کی ذات سے مشتق ہے۔ وہ پاک نسل ہیں اور ان کی خصلتیں اور عادتیں بھی پاک ہیں۔''

العرب تعرف من انكرت والعجم　　　وليس قولک من هذا؟ بضائرة

''تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے ان کو نقصان نہیں دے سکتا، اس لیے کہ انہیں عرب جانتا ہے جس سے تو نے تجاہلِ عارفانہ کیا اور اسے عجم جانتا ہے۔''

يستو كـفـان ولا يعرو هما عدم　　　كـلـتـا يـديـه غـيـاث عـم نفعهما

''ان کے دونوں ہاتھ ایسے برستے ہوئے بادل ہیں جن سے عام نفع ہے، ہر ایک کے ساتھ وہ ہاتھ اعانت کرتے ہیں اور ان پر اس صفت کا عدم نہیں آتا''

عـنـهـا الـغـیـاهب والاملاق و العدم　　　عـم البرية بالاحسان فانقشعت

''محسن عالم ہیں ان کی شان سے پراگندہ ہو چکی ہیں خلق سے گمراہی محتاجی اور ظلم کی اندھیریاں۔''

لا یستطیع جواد بعد جودھم　　　ولا یدانیھم قوم و ان کرموا

''دنیا کا کوئی سخی ان کی بے مثال سخاوت کو پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا اور کوئی قوم کا بڑا ان کی برابری نہیں کر سکتا چاہے وہ اپنی قوم میں کتنا ہی بڑا معزز کیوں نہ ہو۔''

ھم الغیوث اذا ما ازمة ازمت　　　والا سد اسد الشری و الباس محتدم

''سخت قحط سالی میں یہ موسلا دھار بارش ہیں اور شیر ہیں سخت گرم ایام اور انتہائی مایوسی میں۔''

سھل الخلیفة لا تخشی بوادره　　　یزینه اثنان حسن الخلق و الشیم

''نہایت نرم دل ہیں، حتیٰ کہ ان کے غصہ سے بھی کوئی خوف زدہ نہیں ہوتا بہ سبب اس کے کہ یہ دو صفتوں، حسنِ خلق اور حسنِ خصلت سے مزین ہیں۔''

من معشر حبھم دین و بغضھم　　　کفر و قربھم منجی و معتصم

''یہ اس گھرانہ سے ہیں جن کی محبت عین دین ہے اور ان سے بغض کرنا کفر اور ان کا قرب مقام نجات ہے اور قلعہ محافظت۔''

ان عد اھل التقی کانوا ایمتھم　　　اوقیل من خیر اھل الارض قیل ھم

''اگر زمانہ کے متقی گنے جائیں تو یہ ان سب کے امام ہوں گے۔ اگر پوچھا جائے کہ روئے زمین پر سب سے افضل کون ہے، تو کہا جائے یہی ہیں۔''

لاینقص العسر بسطا من أکفھم　　　سیان ذلک ان اثروا وان عدموا

''ان کا ہاتھ کبھی عطا کرنے سے نہیں رکتا خواہ تنگی ہو، برابر ہے ان کے لیے خواہ دولت ہو یا نہ ہو۔''

اللّٰہ شرفہ قدما وعظمہ   جری بذاک لہ فی لوحہ القلم

''اللہ نے ان کو عظمت اور فضیلت بخشی ہمیشہ سے اور ان کے اکرام کا حکم لوح وقلم میں جاری ہو چکا۔''

مقدم بعد ذکر اللہ ذکر ھم   فی کل بدء و مختوم بہ الکلم

''اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ہی ذکر مقدم ہے، جہاں بھی اللہ کا ذکر ہوتا ہے ابتداء اور اس کا اختتام انہی کے ذکر پر ہوتا ہے۔''

من یشکر اللہ یشکر اولیتہ ذا   فالدین من بیت ھذا نالہ الامم

''جو اللہ (عم نوالہ) کا قدر جانتا ہے وہ ان کی بزرگی کی قدر بھی جانتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دین امت کو ان کے گھر سے ملا ہے۔''

ای الخلائق لیست فی رقابھم   لاولیتہ ھذا أولہ نعم

''عرب کا کونسا قبیلہ ہے جس کی گردن میں نہ ہو ان کی بزرگی کا قلادہ، یا اس کے لیے ان کے گھر سے نعمتیں نہ پہنچی ہوں۔'' (۱)

۱۔ یہ اشعار کشف المحجوب سے لیے گئے ہیں مگر دیوان فرزدق میں ان کی ترتیب اور ہے۔ ص: ۳۶۳۔۳۶۵

اہلِ بیت اور قرآن کریم

حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ نے محبت اہلِ بیت کے اثبات کے لیے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

قُلۡ لَّاۤ اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی ؕ وَمَنۡ یَّقۡتَرِفۡ حَسَنَۃً نَّزِدۡ لَہٗ فِیۡہَا حُسۡنًا ؕ (۱)

عقیدہ ۱۹، کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"ایک فرقہ نے جو یہ قاعدہ اہل بیت کی محبت اور دوستی میں جاری کیا ہے اور تینوں خلفا اور ان کے علاوہ اکثر صحابہ پر تبریٰ کرنا اہل بیت کی دوستی کی شرط قرار دیا ہے نامناسب ہے کیونکہ دوستوں کی محبت کے لیے شرط ہے کہ ان کے دشمنوں پر تبریٰ کیا جائے نہ کہ مطلق طور پر دشمنوں کے علاوہ دوسروں پر بھی اور کوئی عقل مند منصف اس بات کو تجویز نہیں کرتا کہ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے اصحاب، پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کے اہلِ بیت کے دشمن ہوں۔ حالانکہ ان بزرگواروں نے آپ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کی محبت سے اپنے اموال اور جانوں کو صرف کر دیا اور اپنی عزت وحکومت کو قربان کر دیا، اہل بیت سے ان کی دشمنی کس طرح منسوب کی جا سکتی ہے جب کہ نصِ قطعی سے آں سرور عالم علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے قرابت داروں کی محبت ثابت ہے اور دعوت کی اجرت کو ان کی محبت قرار دیا ہے" (۲)

۱۔ الشوریٰ۔۲۳

۲۔ دفتر اول مکتوب: ۲۶۶

اس آیت مبارکہ کی تشریح وتوضیح کا ایک پہلو جس پر حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے روشنی ڈالی، متقدمین نے اس کو اپنی تفاسیر میں نقل کیا۔ اس آیت کی ایک دوسری تفسیر کے لیے سراج البیان اور تفسیر ضیاء القرآن کے درج ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

مولانا حنیف ندوی اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''اہل بیت سے محبت اور عقیدت رکھنا بلا ریب جزوِ ایمان ہے اور بد بخت ہے جو اس سعادت سے محروم رہنا پسند کرے گا۔ حضور ﷺ کے اقارب سے تعلقاتِ ارادت اس بات کی علامت ہے کہ دلوں میں تقویٰ اور پاکیزگی موجود ہے اور حُبِ پیغمبر ﷺ کا جذبہ موجزن ہے درحقیقت یہ عشق نبوی ﷺ کا لازمی نتیجہ ہے جب حضور ﷺ سے محبت ہوتو پھر آپ ﷺ کے اقربا سے محبت نہ رکھنا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا اگر آیت کے یہی معنی ہوں جو عام طور پر پیش کیے جاتے ہیں تو اس میں شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ نے یہ سارا کچھ ہی اس لیے کیا تھا کہ بعد میں ان کے اقربا اور اعزّہ ان کی فتوحات سے فائدہ اٹھائیں حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے حضور ﷺ دوسرے انبیاء کی طرح اپنی تبلیغی مساعی پر بغیر اس کے کچھ اجر نہیں چاہتے کہ لوگ ان کی پاک کوششوں کو بارآور بنائیں اور اسلام قبول کریں۔

پس ''الا المودة فی القربیٰ'' کے معنی یہ ہیں کہ میں جو کچھ چاہتا ہوں یہ ہے کہ تم لوگ مجھے اپنا عزیز اور قریبی سمجھو اور مجھ سے وہی سلوک روا رکھو جو اقربا سے روا رکھا جاتا ہے'' (۱)

۱۔ ندوی، محمد حنیف، سراج البیان، ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور: ج ۵ ص: ۱۱۶۰۔۱۱۶۱

پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''حضور سرور عالم ﷺ کی مقدس زندگی کا ایک ہی مقصد تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے جو طرح طرح کی گمراہیوں کے باعث اپنے رب سے بہت دور جا چکے ہیں پھر قریب ہو جائیں۔ کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر پھر نور ہدایت سے اپنے قلب و نظر کو روشن کریں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حضور ﷺ کی لگن کا یہ عالم تھا کہ دن رات اسی میں مشغول رہتے۔ ان کو سمجھاتے وہ غصہ ہوتے تو حضور ﷺ مسکرا دیتے، وہ گالیاں بکتے تو حضور ﷺ دعائیں دیتے، وہ روشن معجزات دیکھ کر اور آیاتِ الٰہی سن کر بھی کفر سے چمٹے رہنے پر اصرار کرتے تو حضور ﷺ کے شفیق دل پر غم و اندوہ کے بادل گھر آتے اور آپ رات بھر اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کی مغفرت اور ہدایت کے لیے دعائیں مانگتے۔ اخلاص و محبت کے یہ بے مثل انداز کفارِ مکہ نے بھلا کب کہیں دیکھے تھے۔ وہ دل ہی دل میں خیال کرتے کہ اس ساری جدوجہد اور شبانہ روز تگ و دو کے پس منظر میں کوئی بڑا مقصد ہے جس کے حصول کے لیے یہ شخص جانگسل محنت اور مشقت برداشت کر رہا ہے اور ہمارے جور و جفا پر اتنے حوصلہ اور حلم کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ دولت جمع کرنا چاہتا ہے یا اقتدار کی ہوس ہے یا ہمارا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جس کے باعث انہوں نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیتا ہے کہ اے نادانو! تم کس ادھیڑ بن میں ہو۔ سن لو میں اپنی جانکاہیوں کا، ان دلسوزیوں کا تم سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرنا چاہتا نہ آج نہ کل اور نہ کبھی قیامت تک البتہ میری یہ خواہش ضرور ہے کہ تم نے آپس میں قتل و غارت کا جو بازار گرم کر رکھا ہے اور ایک دوسرے کو ایذا پہنچانے میں اپنی قوتیں صرف کر رہے ہو اس سے باز آجاؤ اور آپس میں محبت اور پیار کرو۔ تمہاری باہمی رشتہ داریاں اور قرابتیں ہیں۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ بھائی بھائی کا

گلا کاٹے، چھوٹا بڑے کی پگڑی اچھالے، کسی کی جان اور کسی کا مال محفوظ نہ ہو۔ مجھے تمہارے یہ انداز پسند نہیں۔ میں تم سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ایک دوسرے سے محبت اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھو تا کہ تمہاری زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی نمودار ہو جائے۔

اِلَّا حرف استثنا ہے۔ یہاں مستثنیٰ منقطع ہے یعنی ''اَلْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی'' جو مستثنیٰ ہے۔ یہ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں تا کہ آیت کا یہ مفہوم ہو کہ میں تم سے کوئی اجر، کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ مگر یہ اجر طلب کرتا ہوں کہ تم آپس میں پیار و محبت کرو۔ تقریباً یہی مفہوم ایک دوسری آیت میں بیان کیا گیا قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (۱) یعنی میں اس پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ میرا یہی اجر ہے کہ تم میں سے کون معرفتِ الٰہی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس آیت کا بھی یہی مقصد ہے کہ میں تم سے اپنے لیے کوئی اجر طلب نہیں کرتا سوائے اس کے کہ تم آپس میں محبت اور پیار کرنے لگو۔ مجھے صرف تمہاری بھلائی اور خیر خواہی مطلوب ہے۔ اگر تم سدھر جاؤ اور تمہارے طور اطوار درست ہو جائیں تو یہی میری کاوشوں کا بہترین معاوضہ ہے۔ اظہارِ خلوص کے لیے اس سے زیادہ اثر انگیز اسلوبِ بیان اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مختلف انبیاء کے یہ اعلانات مذکور ہیں۔ وَمَآ اَسْئَلُكُم عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۲) ''میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ جب دیگر انبیاء اپنی قوموں سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کر رہے، کسی مالی یا ادبی منفعت کی خواہش نہیں کر رہے، تو فخر الانبیاء، سید الرسل کے متعلق یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسم کی منفعت کی خواہش کی ہو۔

۱۔ الفرقان۔ ۵۷

۲۔ الشوریٰ۔ ۱۶۴

دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی نعمت کسی قارون کے بھرے ہوئے خزانے، ربع مسکون کی فرمانروائی،

ان دعا ہائے نیم شبی، ان گریہ ہائے سحر گاہی کا صلہ نہیں ہوسکتی جن سے اس رحمتِ عالمیاں ﷺ نے بنی نوعِ انسان کو مشرف فرمایا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس مرقعِ دلبری و زیبائی کی نوکِ مژگان پر لرزتا ہوا ایک آنسو سارے عالم سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر حضور ﷺ اپنی ان دلسوزیوں، ان اشکبازیوں کے معاوضہ کا تصور بھی کرتے تو شانِ رفیع سے بہت فروتر ہوتا۔ دشمنوں کو انگشت نمائی کا موقع مل جاتا یہودی اور عیسائی ہمیں طعنہ دے سکتے کہ ہمارے راہنماؤں نے تو یہ اعلان کیا کہ

وَمَآ اَسْئَلُکُم عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْن

اور تمہارے رسول نے مودۃ قربیٰ کا مطالبہ کر کے اپنی محنت و مشقت کا معاوضہ طلب کیا۔ (العیاذ باللہ)

اس آیت سے تھوڑا پہلے فرمایا کہ جو شخص دنیا کی کھیتی کا خواہاں ہوگا ہم اسے اسی میں سے دیں گے۔

اس سیاق و سباق کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرے نزدیک تو آیت کی یہی تفسیر زیادہ پسندیدہ ہے۔

حضور سرور عالم ﷺ کے جملہ قرابت داروں خاندانِ بنو ہاشم خصوصاً اہل بیتِ کرام کی محبت، ان کا ادب و احترام عینِ ایمان بلکہ جانِ ایمان ہے۔ جس کے دل میں اہلِ بیت کے لیے محبت نہیں وہ یوں سمجھے کہ اس کی شمعِ ایمان بجھی ہوئی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ جتنی کسی کی قرابت حضور ﷺ سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اس کی محبت و احترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ ایک نہیں صدہا ایسی صحیح احادیث موجود ہیں جن میں اہلِ

بیتِ پاک سے محبت کرنے اوران کاادب ملحوظ رکھنے کاحکم دیا گیا ہے۔بے شک اہلِ بیتِ پاک کی محبت ہماراایمان ہے لیکن یہ حضورﷺ کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ یہ شجرایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس گل کی مہک ہے، یہ اس خورشید کی چمک ہے ۔ جہاں ایمان ہوگا وہاں حبِ آلِ مصطفیﷺ ضرور ہوگی۔

یہ گرہ اب تک نہ کھلی کہ بعض لوگوں کے نزدیک حُبِ آلِ مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ و الثناء کے لیے بغض اصحابِ حبیبِ کبریا کی شرط کہاں سے ماخوذ ہے۔حضورﷺ نے اپنے اہلِ بیت کی محبت کا اگرحکم دیا ہے تواپنے صحابہ کےاحترام واکرام کی بھی تاکید فرمائی ہے۔

ایک حدیث میں اہل بیت کے بارے میں فرمایا:

مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکب فیها نجا و من تخلف عنها غرق

یعنی میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے جواس میں سوار ہوا، نجات پا گیااور جو پیچھے رہ گیاوہ ڈوب گیا۔

تو دوسراارشادگرامیؐ یہ بھی ہے اصحابی کالنجوم میرے صحابہ درخشاں ستاروں کی طرح ہیں۔

بحمدہ تعالیٰ یہ شرف اہل سنت کو ہی حاصل ہے کہ ہم اہلِ بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہماری نگاہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جگمگاتی ہوئی روشنی پرمرکوز ہیں۔ ہم زندگی کے سمندرکوآزمائشوں اور تکالیف کی کالی رات میں عبور کررہے ہیں۔ جواس کشتی میں سوار نہ ہواوہ غرق ہوگیااور جس نے ان روشن ستاروں سے ہدایت حاصل نہ کی وہ راہِ

راست سے بھٹک گیا''۔(۱)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں جو اقوال نقل ہوئے ان کے لیے تفسیر جامع البیان ملاحظہ فرمائیں (۲)

(۲) اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا (۳)

اس آیت کی تشریح میں حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ نے مفسرین کی مختلف آراء نقل کی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہلِ بیت میں ازواج مطہرات، حضرت علی، فاطمہ اور حسنین کریمین شامل ہیں۔

جو اقوال نقل کیے گئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

فرمایا اللہ سبحانہ نے اے اہلِ بیت تم کو اللہ تعالیٰ نجاست سے پاک کرنا چاہتا ہے اور تم کو پاک کرے گا۔ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت علی، فاطمہ اور حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں نازل ہوئی ہے (۴)

۱۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور: جلد۴، ص:۳۷۶۔۳۷۷

۱۔ جلد۲۵، ص:۲۹۔۳۳

۲۔ الاحزاب:۳۳

۳۔ جامع البیان، تحقیق محمود شاکر، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۱ء، جلد۲۱، ص:۱۲

کیونکہ اس میں ضمیر ''عنکم ''(۱) کی مذکر ہے اور جو بعد کی ضمیریں ہیں وہ بھی مذکر ہیں۔

۱۔ بعض لوگ ''عنکم '' سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ ان کا جواب پیر محمد کرم شاہ الازہری نے بایں الفاظ دیا ہے ''آیت کے اس حصہ میں اہلِ بیت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ مذکر ہے اگرچہ معنی مؤنث ہے اور عربی زبان میں بسا اوقات معنی کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، صرف لفظ کے مطابق ضمیر ذکر کر دی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ سورۂ ہود کی آیت ۷۲، ۷۳ ملاحظہ فرمائیے جہاں فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کا مژدہ سنا رہے ہیں پاس ہی حضرت سارا علیہا السلام کھڑی ہیں۔ آپ وفورِ مسرت سے ہنس پڑتی ہیں۔ ساتھ ہی اظہار تعجب کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

''یٰوَیْلَتٰیٓ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّ ھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ط اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ''

''یعنی میں بوڑھی اور میرا شوہر بھی بوڑھا، کیا میرے ہاں بچہ ہوگا؟ یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے۔'' فرشتے حضرت سارا علیہا السلام کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَ بَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ

اے حضرت خلیل کی رفیقۂ حیات! کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو۔ اے اہل بیت تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ ''اَتَعْجَبِیْنَ ''مؤنث کا صیغہ ہے لیکن بعد میں اہل کے لفظ کے پیش نظر ''علیکم ''میں مذکر کی ضمیر استعمال ہوئی ہے۔ آپ دور کیوں جاتے ہیں اسی صفحہ کی پہلی آیت میں وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ پر غور کیجئے۔ ''یَقْنُتْ '' مذکر کا صیغہ ہے لیکن بلا اختلاف اس سے مراد ازواج ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ''من تقنت '' ہوتا، لیکن من کے لفظ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ''یقنت '' فرمایا گیا۔ اس لیے ان کا یہ استدلال کوئی اہمیت نہیں رکھتا''

(ضیاء القرآن جلد ۴، ص: ۵۲)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت ازواجِ مطہرات کے حق میں اتری ہے(۱)

کیونکہ قرآن شریف میں ہے وَاذْ كُرْنَ مَا يُتْلٰى فِى بُيُوتِكُنَّ

یعنی ان آیتوں کو یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔

یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف منسوب ہے بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد صرف نبی ﷺ ہیں۔

امام احمد نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پانچ بزرگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔(۲) یعنی نبی ﷺ، علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین ثعلبی کہتے ہیں کہ آیت میں اہل سے مراد تمام بنی ہاشم ہیں۔

رجس سے مراد گناہ اور ارکان ایمان میں شک کرنا ہے اور اسی روایت کے بعض طریقوں میں لیذھب عنکم الرجس سے مراد اہل بیت پر آگ کو حرام کرنا ہے۔(۳)

(۳) ندع ابناء نا و ابناء کم .....(۴)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب آیتِ مباهلہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو بلایا اور فرمایا

اللھم ھٰولاء اھل بیتی (۵) اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں (تائید اہلسنت ص:۸۷)

۱۔ جامع البیان، جلد۲۱، ص:۱۳، نزلت فی نساء النبی ﷺ خاصة

۲۔ ایضاً ص:۱۱

۳۔ تائید اہلسنت، ص:۸۴

۴۔ آل عمران:۶۱

۵۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، رقم الحدیث،۶۲۲۰

فضائل اہل بیت۔۔۔احادیث کی روشنی میں

حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ نے اہلِ بیت کی محبت اور ان کے فضائل کے بارہ میں کتبِ احادیث سے مختلف احادیث وروایات نقل کی ہیں۔ ذیل میں ان کا متن/ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر رشک نہیں آیا البتہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک آتا ہے حالانکہ میں نے ان کو دیکھا نہیں، لیکن آنحضرت ﷺ اکثر ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور بسا اوقات آپ بکری ذبح کرتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے تو آپ سے بہت دفعہ کہتی کہ شاید دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی عورت نہیں ہوئی؟ تو آپ ﷺ فرماتے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا میں یہ یہ خوبیاں تھیں نیز اس سے میرے اولاد ہوئی۔

(دفتر دوم مکتوب:۳۶)

2۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بے شک عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن لوگ ہدیے اور تحفے بھیجا کرتے تھے جس سے ان کا مقصد رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی ہوتا تھا۔ نیز (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات دو گروہوں میں منقسم تھیں ایک گروہ وہ تھا جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور باقی ازواجِ مطہراتِ رسول اللہ ﷺ تھیں۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی خدیجہ۔۔۔رقم الحدیث: ۳۸۱۸

پس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کریں کہ آپ ﷺ لوگوں سے فرمائیں کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ وہ ہدیہ وہاں بھیج دیا کرے جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوں۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کردی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لا تو ذینی فان الوحی لم یاتنی و انافی ثوب امراۃ الا عائشۃ

''اے ام سلمہ! اس بارے میں مجھے اذیت نہ دے کیونکہ مجھ پر عائشہ کے سوا کسی بیوی کے بستر پر وحی نازل نہیں ہوئی''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو تکلیف دینے سے اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔۔۔۔ اس کے بعد ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: یابنیۃ الا تحبین ما احب قالت بلی قال فاحبی ھذہ

اے میری بیٹی! کیا تو اس کو محبوب نہیں رکھتی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔

(حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا جی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو بھی اس (عائشہ) سے محبت رکھ(۱)

(دفتر دوم، مکتوب:۳۶)

۱۔(صحیح بخاری، کتاب الھبۃ و فضلھا: رقم الحدیث، ۲۵۸۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ:

i۔ من احب علیا فقد احبنی و من ابغض علیا فقد ابغضنی و من اذی علیا فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ (عزوجل)

جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے حق تعالیٰ کو ناراض کیا۔

(دفتر دوم، مکتوب ۳۶)

ii۔ النظر الی علی عبادۃ (۱)

علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (دفتر دوم، مکتوب ۳۶)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

i۔ مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی و فی رواة یریبنی ماارابها و یوذینی ماذاها (۲)

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے پس جس کسی نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو چیز فاطمہ کو بری معلوم ہوتی ہے وہ مجھے بھی بری لگتی ہے اور جو چیز اس کو تکلیف دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔ (دفتر دوم مکتوب: ۳۶)

۱۔ طبرانی کبیر ج ۱۸، ص: ۱۰۹۔۱۱۰

روایت کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں الاحادیث الواردة فی فضائل الصحابہ ج ۵۔ص: ۶۸

۲۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب فاطمہؓ، رقم الحدیث ۳۷۶۷

ii۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

فاطمة احب الی منک و انت اعز علی منها (دفتر دوم مکتوب:۳۶)

iii۔ حضرت علی سے روایت ہے: **فیک مثل من عیسی ابغضته الیهود حتی بهتوا امه و احبته النصاری حتی انزلوه بالمنزلة التی لیست له.** (۱)

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اے علی تم کو عیسیٰ علیہ السلام سے بہت مشابہت ہے کہ یہودی ان کے دشمن ہو گئے حتی کہ ان کی والدہ پر بہتان تراشی کی اور نصاریٰ نے ان کی محبت و دوستی میں اس درجہ غلو کیا کہ حضرت عیسیٰ کو اس مرتبے پر اتارا جو ہرگز ان کے لیے مناسب نہ تھا اور ان کو ابن اللہ کہنے لگے۔ (دفتر دوم، مکتوب:۳۶)

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما:

(i) حضرت ابو بکر ثقفی (مولی رسول اللہ ﷺ) کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرماتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے اس حال میں آنحضرت ﷺ نے لوگوں کی طرف ایک بار دیکھا پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا

ان ابنی هذا سید و لعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین(۲)

"بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا" (دفتر دوم مکتوب ۳۶)

۱۔ مسند احمد، مسند علی ابن ابی طالب، رقم الحدیث ۱۳۷۷

۲۔ سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، رقم الحدیث:۳۷۷۳، اس روایت میں من المسلمین کے الفاظ نہیں ہیں۔

(ii) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے شانوں پر تھے اور اس حال میں آپ ﷺ فرما رہے تھے:

اللھم انی احبہ فاحبہ (۱)

اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ (دفتر دوم مکتوب ۳۶)

(iii) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان الحسن و الحسین ھما ریحانتای من الدنیا (۲)

بے شک حسن و حسین اس دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (تائید اہلسنت۔۸۹)

(iv) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حسن رسول اللہ ﷺ سے سینہ سے سر تک سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں اور حسین جسم کے زیریں حصہ میں آپ سے زیادہ مشابہہ ہیں (۳) (تائید اہلسنت ،ص:۸۹)

(v) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ اے بچے تو بڑی اچھی سواری پر سوار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا سوار بھی تو بہت اچھا ہے (۴)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ، باب مناقب الحسن و الحسین ،رقم الحدیث:۳۷۴۹

۲۔ سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رقم الحدیث:۳۷۷۰

۳۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث:۳۷۷۹

۴۔ ایضاً، رقم الحدیث:۳۷۸۴

اہلِ بیت سے محبت کی ترغیب:

i۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

اثبتکم علی الصراط اشد کم حبا لاھل بیتی و لاصحابی

تم میں سے پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جس کو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے محبت زیادہ ہوگی۔ (دفتر دوم، مکتوب:۳۶)

ii۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے: **خیر کم خیر کم لاھلی من بعدی** تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جس کا میرے بعد میرے اہل بیت سے رویہ بہتر ہو۔ (دفتر دوم، مکتوب:۳۶)

iii۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

اشتد غضب اللہ علی من اذانی فی عترتی

اللہ تعالیٰ اس شخص پر غضب ناک ہو جو میری عترت کے بارے میں مجھے تکلیف دے۔ (دفتر دوم، مکتوب:۳۶)

iv۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

انی تارک فیکم ما ان تمسکتم لن تضلو ابعدی احد ھما اعظم من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الیٰ الارض و عترتی اھل بیتی و لن یتفرقاحتی یر دا علیٰ الحوض فانظر وا کیف تخلفو نی فیھا(۱)

۲۔ سنن الترمذی، رقم الحدیث:۳۷۸۸

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں تم اگر ان کو مضبوطی سے تھامے رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک اللہ کی کتاب ہے جو آسمان سے زمین تک ایک لٹکی ہوئی رسی ہے اور دوسری میری عترت اور اہل بیت ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر آئیں گے پس تم دیکھو میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو'' (تائید اہلسنت، ص:۸۶)

۷۔ زید بن ارقم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

انا حرب لمن حاربهم وسلم لمن سالمهم (۱)

جو علی، فاطمہ، حسن و حسین سے لڑے میری اس سے جنگ ہے اور جو ان سے مصالحت رکھے میری ان سے صلح ہے۔ (تائید اہلسنت ص۔۸۶۔۸۷)

۱۔ سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۷۰

روحانی مقامات

حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ علومِ دینیہ میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی نادر تحقیقاتِ علمیہ آپ کی تصانیف میں درج ہیں۔ ان نادر نکات میں مختلف لطیف روحانی نکات بھی ہیں۔ یہ نکات ان کی ''کشفی نظر'' کی وسعت اور بلندی پر دلالت کرتے ہیں۔ روحانی مقامات کے عنوان سے چند نکات کو درج کیا جاتا ہے۔

i۔ ''اور اہلِ بیتِ رسول اللہ ﷺ کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے۔ جو اس پر سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے دور رہا وہ ہلاک ہوگیا۔ بعض عارفوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ستاروں کی مانند قرار دیا ہے اور لوگ ستاروں سے راستہ کی سمت معلوم کرتے ہیں اور اہلِ بیتِ عظام کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے تشبیہ دی ہے اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ کشتی کے سوار کے لیے ستاروں کی رعایت رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ ہلاک ہونے سے بچ جائے اور ستاروں کو مدنظر رکھے بغیر نجات قطعی ناممکن ہے''۔(۱)

ii۔ ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو حبیب رب العالمین ﷺ کی محبوبہ تھیں اور لبِ گور تک آنحضرت ﷺ کی منظورِ نظر اور مقبولِ خاطر رہی ہیں۔ اور آپ کے مرضِ وصال کے ایام بھی ان ہی کے حجرہ مبارک میں بسر ہوئے اور ان ہی کی آغوش میں آپ نے جانِ شیریں جاں آفریں کے سپرد کی اور ان ہی کے

۱۔ دفتر اول، مکتوب: ۵۹

حجرہ مقدسہ میں مدفون ہوئے۔ اس شرف وفضیلت کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عالمہ ومجتہدہ ہونے کا مقام وشرف بھی حاصل تھا۔ حضرت پیغمبر ﷺ نے نصف دین کا بیان ان کے حوالے فرما دیا تھا اور اصحاب کرام مشکلات احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اس قسم کی (فضیلتوں والی) صدیقہ ومجتہدہ کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے ایک (اجتہادی) اختلاف کے باعث مطعون کرنا اور ناشائستہ چیزوں کو ان کی طرف منسوب کرنا نہایت نامناسب اور بے ہودہ حرکت ہے۔ (۱)

iii۔ حق تعالیٰ سے ملانے والے رستوں کے حوالے سے آپ تحریر کرتے ہیں۔ ''اور دوسرا راستہ قربِ ولایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اقطاب، اوتاد، ابدال ونجباء اور عام اولیاء اللہ سب اسی راہ سے واصل ہوئے ہیں اور راہ سلوک سے مراد یہی راہ ہے بلکہ جذبہ متعارفہ بھی اسی میں داخل ہے اور توسط اور حیلولہ بھی اسی راہ میں ثابت ہوتا ہے۔ اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور اس کے سرگروہ اور ان بزرگوں کے فیض کا منبع حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان منصب آپ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مقام میں گویا آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام کے دونوں مبارک قدم آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے سرِ مبارک پر ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بھی اس مقام میں ان کے شریک ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر نشأۃ عنصری سے پیشتر بھی اس مقام کے ملجا وماویٰ تھے جیسا کہ آپ نشأۃ عنصری کے بعد ہیں۔ اور جس کسی کو بھی اس راہ سے فیض وہدایت پہنچتی ہے وہ آپ رضی اللہ عنہ ہی کے توسط سے پہنچتی ہے کیونکہ آپ اس راہ کے نقطہ منتہیٰ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز آپ سے تعلق رکھتا ہے۔

اور جب حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا دور ختم ہوگیا تو یہ منصب عظیم القدر حضرات

۱۔ دفتر دوم، مکتوب: ۳۶

حسنین رضی اللہ عنہما کو بالترتیب سپرد اور تسلیم ہوا، اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثناعشر میں سے ہر ایک کو علی الترتیب اور تفصیل وار قرار پایا، اور ان بزرگوں کے زمانے میں اور اسی طرح ان کے انتقال کے بعد بھی جس کسی کو فیض اور ہدایت پہنچتی رہی وہ ان ہی بزرگوں کے توسط سے اور ان ہی کے حیلولہ سے پہنچتی رہی خواہ وہ اقطاب و نجباء وقت ہی کیوں نہ ہوں سب کے ملجا و ماویٰ یہی بزرگوار ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ لاحق ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک یہ نوبت پہنچ گئی۔ اور جب یہ نوبت ان بزرگوار کے پاس آئی تو منصبِ مذکور آپ قدس سرہ کے سپرد ہو گیا۔ ائمہ مذکورین اور حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے درمیان اس مرکز پر کوئی اور مشہود نہیں ہوتا۔ اور اس راہ میں فیض و برکات کا وصول جس کو بھی ہوا خواہ وہ اقطاب و نجباء ہوں آپ ہی کے توسطِ شریف سے مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔ اس لیے آپ نے فرمایا ہے۔ شعر

افلت شمو س الا و لین و شمسنا ابدا علی افق العلی لا تغرب

ترجمہ: سورج تمام اگلوں کے سب ہو گئے غروب سورج ہمارا روشنی دیتا ہے اب تلک

شمس سے مراد فیضانِ ہدایت و ارشاد کا آفتاب ہے اور افول سے مراد فیضان مذکور کا نہ ہونا ہے اور چونکہ وہ معاملہ جو پہلے حضرات سے متعلق تھا اب حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے سپرد ہوا اور آپ رشد و ہدایت کے وصول کا واسطہ بن گئے جیسا کہ آپ سے پیشتر پہلے حضرات تھے، اور پھر یہ بھی ہے کہ جب تک فیض کے توسط کا معاملہ قائم ہے آپ ہی کے توسل سے ہے لہذا لازمی طور پر یہ درست ہوا۔

افلت شموس الا ولین و شمسنا ۔(۱)

۱۔ دفتر سوم مکتوب۔ ۱۲۳

iv۔ ''اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت کے حق میں اہل بیت کی محبت نہ ہونے کا گمان کس طرح کیا جاسکتا ہے جب کہ یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزِ ایمان ہے اور خاتمہ کی سلامتی کو اس محبت کے راسخ ہونے پر وابستہ کیا ہے۔

اس فقیر کے والد بزرگوار (مخدوم شیخ عبدالاحد علیہ الرحمہ) جو علم ظاہری اور علمِ باطنی کے عالم تھے، اکثر اوقات اہل بیت کی محبت کی ترغیب دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتیء خاتمہ میں بہت بڑا دخل ہے لہذا اس کی بہت زیادہ رعایت رکھنی چاہیے۔ ان کے مرض موت میں یہ فقیر حاضر تھا اور جب ان کا معاملہ آخر اختتام کو پہنچا اور اس جہان کا شعور بہت کم ہو گیا تو فقیر نے اس وقت ان کو یہ بات یاد دلائی اور اس (اہل بیت کی) محبت کے بارے میں استفسار کیا تو (والد بزرگوار نے) اسی بے خودی کے عالم میں فرمایا کہ میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں۔'' اس وقت میں خدائے عزوجل کا شکر بجالایا۔

اہل بیت کی محبت اہل سنت وجماعت کا سرمایہ ہے۔ مخالفین (اہل سنت و جماعت) اس معنی سے غافل ہیں اور ان کی متوسط ومعتدل محبت سے ناواقف ہیں۔ (مخالفین نے) خود ہی افراط کی جانب کو اختیار کیا ہوا ہے۔ پھر افراط کے ماسوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم لگا دیا ہے اور خوارج کا مذہب قرار دیدیا ہے اور یہ نہیں سمجھا کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک حدِ اوسط بھی ہے جو مرکزِ حق اور جائے صدق ہے کہ وہ اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کا حصہ ہے۔''(۱)

۱۔ دفتر دوم، مکتوب: ۳۶

۷۔ نسبتِ نقشبندیہ کے حوالہ سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

''اکابرین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی روحانیت سے فیض حاصل کرنا چند شرطوں پر مشروط ہے جن کے پورا کرنے کی ہر شخص میں طاقت نہیں ہے (یعنی بزرگوں کی وفات کے بعد ان کی ارواح سے فیض حاصل کرنا جن شرطوں پر موقوف ہے ان کا پوری طرح حق ادا کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں)

لیکن اللہ تعالیٰ منعمِ حقیقی کی حمد اور احسان ہے کہ اس ہولناک حادثہ اور وحشت ناک واقعہ کے بعد ان بے سروسامان فقراء کا مربی و مددگار بھی دین ودنیا کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت میں سے مقرر ہوا ہے جو کہ اس سلسلہ عالیہ کے انتظام کا سبب اور نسبتِ نقشبندیہ کی جمعیت کا وسیلہ ہے۔ بیشک یہ نسبت عالیہ جو کہ اس ملک میں بہت غریب ونادر ہے اور اس نسبت والے حضرات اس ملک میں بہت تھوڑے ہیں چونکہ یہ اہلِ بیت کی نسبت ہے تو اس نسبت کا مربی بھی اہل بیت ہی میں سے ہونا مناسب ہے اور اس نسبت کو تقویت دینے کا ذریعہ بھی انہی اہل بیت میں سے ہونا اولیٰ وبہتر ہے تاکہ اس دولت عظمیٰ کی تکمیل کسی غیر کے حوالہ نہ ہوجائے۔ جس طرح اس بڑی نعمت (یعنی نسبت نقشبندیہ) کا شکر فقراپر واجب ہے اسی طرح اس دولت (یعنی کسی اہل بیت مثلاً شیخ فرید کی تربیت میں ہونے) کا شکر بھی ان کے ذمہ لازم ہے۔ (۱)

۱۔ دفتر اول مکتوب ۴۵

حضرت مجدد کے مکاتیب۔۔۔۔سادات کے نام

سادات کے نام مکاتیب کی تفصیل درج ذیل ہے:

شیخ فرید بخاری: آپ کے نام بائیس مکتوب ہیں۔

دفتر اول: مکتوب ۴۳_۵۴، ۶۳_۶۴، ۱۵۲، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۹۳، ۲۱۳، ۲۳۳، ۲۶۹

سید نعمان بدخشی: آپ کے نام ۳۳ مکاتیب ہیں۔

دفتر اول: مکتوب ۱۱۹_۱۲۱، ۱۷۳، ۲۰۴، ۲۰۹، ۲۲۴، ۲۳۱، ۲۳۸، ۲۴۲، ۲۵۷، ۲۶۱، ۲۸۱

دفتر دوم: مکتوب ۴، ۹۲، ۹۹

دفتر سوم: ۱، ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۶، ۳۰، ۳۶، ۴۹، ۱۰۲

شیخ عبدالوہاب بخاری: آپ کے نام دو مکتوب ہیں۔

دفتر اول: مکتوب ۵۵، ۵۶

شیخ محمد یوسف: آپ کے نام ایک مکتوب ہے۔

دفتر اول: مکتوب ۵۷

سید محمود: آپ کے نام پانچ مکتوب ہیں۔

دفتر اول: مکتوب ۵۸، ۶۱

دفتر دوم: مکتوب ۸۳

سید احمد قادری: آپ کے نام صرف ایک مکتوب ہے۔

دفتر اول: مکتوب ۸۴

میاں سید احمد بجواڑی: آپ کے نام دو مکتوب ہیں۔

دفتر اول: مکتوب: ۹۵۔۱۰۸

ملا صحر احمد رومی: آپ کے نام دو مکتوب ہیں۔

دفتر اول: مکتوب: ۱۲۷

دفتر سوم: مکتوب: ۶۵

سید نظام: آپ کے نام صرف ایک مکتوب ہے۔

دفتر اول: مکتوب: ۱۲۹

ملا شمس: آپ کے نام دو مکتوب ہیں۔

دفتر اول: مکتوب: ۱۳۴

دفتر سوم: مکتوب: ۳۳

میر شمس الدین علی خلخانی: آپ کے نام چار مکتوب ہیں۔

دفتر دوم: مکتوب: ۲، ۵

دفتر سوم: مکتوب: ۱۱، ۱۴

سید عبد الباقی سارنگپوری: آپ کے نام دو مکتوب ہیں۔

دفتر اول: مکتوب: ۲۶۴

دفتر دوم: مکتوب: ۳۹

سید شاہ محمد: آپ کے نام ایک مکتوب ہے

دفتر دوم: مکتوب: ۵۴

سید حسن مانک پوری: آپ کے نام صرف ایک مکتوب ہے۔ دفتر اول: مکتوب: ۲۲۱

حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ نے سادات ،صوفیہ اور امراء کو خطوط تحریر کیے۔ یہ خطوط آج بھی داعیان اسلام کی رہنمائی ورہبری کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ خطوط ایک داعی کی حساس اور نازک ذمہ داریوں کا آئینہ دار ہیں۔ سادات کے نام خطوط میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ ایک داعی کے علاوہ متکلم، محبِ اہلِ بیت وصحابہ، ماہر سماجیات ،اور ماہر امور سیاسیہ کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ سادات کو لکھے گئے خطوط کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

(i) حضرت مجدد علیہ الرحمہ اپنے مکاتیب کا آغاز مکتوب الیہ کی شخصیت اور مقام و مرتبہ کے شایان الفاظ سے کرتے ہیں تاکہ اس کی خوابیدہ قوتوں کو بیدار کیا جائے اور اس سے لیے جانے والے کام کے لیے ہوشیار کیا جاسکے۔ شیخ فرید بخاری (۱) کے نام ایک خط کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں:

''آپ کا بزرگ و بلند مرحمت نامہ عزیز ترین زمانہ میں شرفِ صدور ہوا اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا اللہ سبحانہ تعالیٰ کا حمد واحسان ہے کہ آپ نے فقرِ محمدی ﷺ کی کچھ میراث حاصل کی ہے، فقراء سے محبت کرنا اور ان سے میل جول رکھنا اسی کا نتیجہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بے سروسامان فقیر اس کے جواب میں کیا لکھے سوائے آپ کے جد بزرگوار خیر العرب ﷺ (یعنی جو اہل عرب میں سب سے بہتر اور اہل عجم میں بدرجہ اولیٰ سب سے بہتر ہیں) کے فضائل میں ماثور چند عربی عبارات کے اور اس سعادت نامہ کو اپنی آخرت کی نجات کا وسیلہ بنائے۔ اور اس سے مقصود یہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی مدح وتعریف کرے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اپنے کلام کو آنحضرت ﷺ کے مقدس تذکرہ سے آراستہ ومزین کرے''

۱۔ آپ کے نام بائیس مکتوب ہیں۔ آپ کا نسب ۳۶ واسطوں سے نبی کریم ﷺ تک پہنچا ہے۔ آپ گجرات اور پنجاب کے گورنر بھی رہے۔

شعر

ما ان مدحت محمد ا بمقا لتی لکن مدحت مقالتی بمحمد (۱)

اس خط میں سنت کی پیروی کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

شیخ عبدالوہاب بخاری (۲) کو لکھتے ہیں۔

''سادات کثیر البرکات کی بارگاہ میں آنحضرت سردار دو عالم ﷺ کی جزئیت یعنی اولاد ہونے کے باعث اس سے بلند ترین ہے کہ یہ فقیر اپنی ناقص زبان سے ان کی تعریف و توصیف کر سکے مگر یہ کہ اس کو اپنی سعادت کا وسیلہ جانتے ہوئے اس بارے میں جرأت کرتا ہے بلکہ اس تعریف کے وسیلہ سے خود اپنی ستائش کرتا ہے اور ان کی محبت کو جس کے لیے ہمیں امر کیا گیا ہے ظاہر کرتا ہے۔

اللھم اجعلنا من محبیھم بحر مة سید المرسلین ﷺ (۳)''

(ii) بعض خطوط کے آخری دعائیہ جملے بھی انتہائی اہم ہیں اور ایک کامیاب داعی کا نفسیاتی اعتبار سے خوبصورت انداز کا مظہر ہیں۔ معاشرہ میں رائج غیر اسلامی رسوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، شیخ فرید کے نام خط، کا اختتام ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''اگر ظاہری ہجرت میسر نہ ہو سکے تو باطنی ہجرت کو پوری طرح مدنظر رکھنا چاہیے، مخلوق کے درمیان رہ کر ان سے الگ رہنا چاہیے''

۱۔ دفتر اول، مکتوب ۴۴

۲۔ آپ کے نام دو مکتوب ہیں آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی اولاد میں سے تھے اکبری اور اوائل جہانگیری دور میں آپ دہلی میں متعین رہے۔

۳۔ دفتر اول، مکتوب ۵۴

لعل الله یحدث بعد ذلک امرا، نوروز کا موسم آگیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ ان ایام میں وہاں کے رہنے والے لوگ معاملہ کو پراگندہ رکھتے ہیں لہذا اس ہنگامے کے گزر جانے کے بعد اگر اللہ نے چاہا تو آنجناب کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا زیادہ طولِ کلام موجب تکلیف ہے۔ **ثبتکم اللہ سبحانہ علی جادۃ ابائکم الکرام و السلام علیکم و علیھم الی یوم القیام (۱)**

(iii) سادات کو ملکی حالات کے تناظر میں ان کی ذمہ داریوں کا احساس انتہائی بلیغ انداز میں دلایا۔ ایک خط کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

"حق سبحانہ وتعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ ان بزرگانِ کرام کی اولاد کے وجود شریف کے وسیلہ سے روشن شریعت کے ارکان (یعنی شہادتیں، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج) اور منور ملت اسلامیہ کے احکام قوت پکڑیں اور رواج پائیں۔ ع کار این ست وغیر ازیں ہمہ ہیچ:

(ہے یہی مقصود اصلی اور سب کچھ ہیچ ہے)

آج بے چارے اہل اسلام کے لیے اس طرح کی گمراہی کے بھنور میں نجات کی امید بھی حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوات اتمہا ومن التحیات والتسلیمات اکملہا کے اہلِ بیت کی کشتی سے ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا و من تخلف عنھا ھلک

(میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے جو اس پر سوار ہوا وہ بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہا وہ ہلاک ہوگیا)۔

۱۔ دفتر اول، مکتوب: ۴۴

آپ اپنی بلند ہمت کو پوری طرح سے اس بات (ترویج شریعت) پر لگا دیں تا کہ بہت بڑی سعادت حاصل ہو جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے (آپ کو) جاہ وجلال اور عظمت وشوکت سب کچھ حاصل ہے۔ ذاتی شرافت کے ہوتے ہوئے اگر یہ (ترویجِ شریعت کی) مزید سعادت بھی اس کے ساتھ شامل ہو جائے تو آپ سبقت کی گیند سعادت کے چوگان (بلے) کے ساتھ سب سے آگے لے جائیں گے (یعنی بہت بڑی سعادت حاصل کر لیں گے) یہ حقیر فقیر شریعتِ حقہ کے رواج دینے اور تائید کے بارے میں اس قسم کی باتوں کے اظہار کے ارادہ سے آنجناب کی طرف متوجہ ہے''(۱)

اس مکتوب میں سادات کی ذمہ داریاں اور امراء سے ربط وتعلق کی غرض وغایت کو واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ دفتر اول کا مکتوب: ۱۶۵ بھی اس حوالہ سے قابل مطالعہ ہے۔

امور سیاسیہ کے حوالے سے ان کو ایک دوسرے مکتوب میں بادشاہ کی اہمیت کی طرف توجہ ان الفاظ میں دلائی: ''دنیا جہاں کے ساتھ بادشاہ کی نسبت ایسی ہے جیسا کہ بدن کے ساتھ دل کی نسبت، کہ اگر دل اچھا درست ہے تو بدن بھی صحیح ہے اور اگر دل خراب ہو جائے تو بدن بھی بے کار ہو جاتا ہے۔ بادشاہ کے درست وبہتر ہونے میں جہاں کی درستی و بہتری ہے اور اس کے بگڑنے پر جہاں کا بگڑنا موقوف ہے'' (۲)

(۱) شیخ فرید کو اسی مکتوب میں یہ بھی لکھا کہ جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد بادشاہ کے معاون و مددگار بنیں۔ معاونت اور مدد یہ ہے کہ کتاب وسنت اور اجماع امت کے مطابق مسائل مشرعیہ کو بیان کیا جائے۔ عقائد کے تحفظ کے لیے عقائد پر خصوصی توجہ دی جائے تا کہ بدعتی اور گمراہ شخص درمیان میں آ کر معاملات خراب نہ کر دے۔

۱۔ دفتر اول، مکتوب: ۵۱

۲۔ دفتر اول، مکتوب: ۴۷

iv۔ امراء کو اس طرف بھی متوجہ کیا کہ وہ غرباء کی دست گیری اور امداد کریں۔ تا کہ غربت کے مارے لوگ اعمال وعقائد کے حوالے سے کوتاہی کا شکار نہ ہو جائیں۔ مکتوبات سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

(ا) شیخ فرید کو شیخ زکریا کے لیے لکھا کہ ان کی مدد فرمائیں اور ''حوادث کے بھیڑیوں سے ان کو محفوظ رکھیں۔(۱)

(ب) شاہ عبداللہ ولد میاں شیخ عبدالرحیم، جو کہ آپ کے رشتہ دار تھے، ان کے صاحبزادے کے لیے نوکری کی سفارش کے لیے سید احمد بجواڑی کو لکھا(۲)

(v) سادات کے عقائد کی درستی کے لیے مقام صحابہ اور مشاجراتِ صحابہ جیسے موضوعات پر بھی آپ نے قلم اٹھایا۔ عصر حاضر کے حوالے سے یہ نکتہ بہت اہم ہے کیونکہ عموماً سادات۔۔۔ علماء بھی۔۔۔ صحابہ کے بارہ میں سوئے ظن کا شکار نظر آتے ہیں۔ سید محمود کو ایک خط میں لکھا۔

''اور تمام صحابہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے جو کہ صحابہ کرام کے معاملات کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگ بے قرار ہو گئے، کہ کس کو امیر بنائیں پس انہوں نے آسمان کی چھت کے نیچے حضرت ابو بکر سے بہتر وبزرگ کوئی شخص نہ پایا'' (۳)

اس مکتوب میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

۱۔ دفتر اول، مکتوب:۴۳

۲۔ دفتر اول، مکتوب:۱۰۸

۳۔ دفتر اول، مکتوب:۵۹

''اور جو لڑائی جھگڑے صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوئے ہیں وہ سب نیک گمانوں اور کامل حکمتوں پر محمول ہیں وہ نفسانی خواہشات اور جہالت سے صادر نہیں ہوئے تھے بلکہ اجتہاد اور علم کی رو سے تھے''۔

شیخ فرید کو بھی ایک مکتوب میں بدعتی کی صحبت سے بچنے کی نصیحت کی اور بدعتی فرقوں میں اس فرقہ کو بدتر قرار دیا جو اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ بغض رکھتا ہے۔ (۱)

(vi) سادات کے نام مکاتیب میں صوفیانہ مباحث اور تصوف میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی تحقیقات بھی ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امراء و علماء سب کو ان مباحث سے دلچسپی تھی۔ سید نعمان بدخشی، (۲)

سید میر محب اللہ مانک پوری، (۳)، سید حسین مانک پوری (۴)، سید نظام (۵)، اور سید محمود (۶)

کے نام مکاتیب میں تصوف کے دقیق مباحث موجود ہیں۔

۱۔ دفتر اول، مکتوب: ۱۸۴

۲۔ آپ کے نام ۳۳ مکاتیب ہیں

۳۔ آپ کے نام دس مکتوب ہیں

۴۔ آپ کے نام ایک مکتوب ہے

۵۔ آپ کے نام بھی ایک ہی خط ہے

۶۔ آپ کے نام ۵ خطوط ہیں

(vii) سادات کو عمومی نصائح کے حوالہ سے بھی لکھا۔ ملا شمس (۱) کے نام ایک مختصر سا مکتوب ملاحظہ فرمائیں۔

''فقراء سے محبت رکھنے والے مولانا شمس کو حق تعالیٰ توفیق بخشے کہ جوانی کے زمانہ کو غنیمت جانیں اور کھیل کود میں صرف نہ کریں اور جوز و مویز کے عوض وقت نہ گزاریں کیونکہ آخر کار ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور اس وقت کی پشیمانی سے کچھ نفع نہ ہوگا۔ آگاہ کر دینا شرط ہے۔ پانچوں وقت نماز با جماعت ادا کریں اور حلال و حرام میں امتیاز رکھیں۔ آخرت کی نجات کا طریقہ صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والسلام کی تابعداری میں ہے۔ فنا ہونے والی لذتیں اور ضائع ہونے والی نعمتیں منظور نظر نہ ہونی چاہیں'' (۲)

ان اقتباسات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ نے سادات کو نبی کریم ﷺ کی نسبت سے کن اہم ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا اور ان سے دینی، سیاسی اور معاشرتی کام لئے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ان تحقیقات سے ان کی کلامی مباحث پر گہری اور موافق علمائے اہلِ سنت تحقیقات کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ نے قرآن و سنت سے ان حضرات کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے علاوہ صوفیہ کے اسلوب پر روحانی مقامات کی تحقیق بھی فرمائی۔

ایک انتہائی اہم فکری نتیجہ تحقیقاتِ مجددی سے نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ حب اہلِ بیت کا قطعی یہ مقصد نہیں کہ اس آڑ میں بغضِ صحابہ کو اپنی فکر کے لازمی جزو کے طور پر اپنایا جائے۔

۱۔ آپ کے نام دو مکتوب ہیں حسینی سادات سے تھے

۲۔ دفتر اول، مکتوب: ۱۴۳

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ کا اختتام ان الفاظ میں کیا

"الٰہی بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامان آل رسول"[1]

الحمد للّٰہ و السلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اللھم اغفرلی ولوالدی بحق النبی العربی و اھل بیتہ و احسن الیھما و الی بحرمۃ جمیع احباب الحضرۃ المدنی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اھل بیتہ وسلم و بارک الحمد للّٰہ سبحانہ علی الاختتام و الصلوۃ والسلام علی حبیبہ محمد النبی الامی سید الانام الیٰ یوم القیام."(۲)

۱۔ مطبوعہ نسخوں میں دوسرا مصرعہ یوں ہے "کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ" اس پر آغا ابراہیم منیب فاروقی مجددی کا ایک تفصیلی مضمون "ماہنامہ سوئے حجاز اگست ۲۰۱۱ء" میں شائع ہوا ہے وہ لائق مطالعہ ہے۔

۲۔ تائید اہلسنت، ص:۹۲

مراجع ومصادر

۱۔ احمد بن حنبل ، مسند ، تحقیق ابو صہیب الکرمی ، بیت الافکار الدولیۃ ، الریاض ۱۴۲۲ھ،۲۰۰۲ء

۲۔ ابوحیان اندلسی ، البحر المحیط ، دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ

۳۔ الترمذی ، ابوعیسی محمد بن عیسی ، جامع الترمذی ، بیت الافکار الدولیۃ ، الریاض

۴۔ رازی ، امام فخر الدین ، مفاتیح الغیب ، دار الفکر بیروت ، ۱۳۹۸ھ

۵۔ سرھندی ، شیخ احمد ، مکتوبات امام ربانی (فارسی) مکتبہ احمدیہ مجددیہ ، کوئٹہ

۶۔ سرھندی ، شیخ احمد ، مکتوبات امام ربانی (مترجم سید زوار حسین شاہ) ادارہ مجددیہ کراچی

۷۔ سعدی ، مصلح بن عبداللہ ، کلیات سعدی ، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر ، تہران

۸۔ سرہندی ، شیخ احمد ، تائید اہلسنت ، (مترجم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ) شیر ربانی پبلیکیشنز لاہور

۹۔ الشافعی ، محمد بن ادریس ، دیوان الامام الشافعی ، دار الخلد مصر ۲۰۰۳

۱۰۔ الصاعدی ، دکتور مسعود ، الاحادیث الواردۃ فی فضائل الصحابۃ ، مدینہ منورہ ۱۴۲۷ھ

۱۱۔ طبرانی ، ابوالقاسم سلمان بن احمد ، المعجم الکبیر ، تحقیق حمدی عبدالمجید ، دار احیاء التراث العربی ، بیروت

۱۲۔ الفیروزآبادی ، مجد الدین محمد بن یعقوب ، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز ، المکتبۃ العلمیہ بیروت

۱۳۔ فرزدق ، دیوان فرزدق ، دار صادر بیروت ۲۰۰۶

۱۴۔ کناس، محمد راجی، حیاۃ نساء اہل البیت، دار المعرفۃ بیروت، ۲۰۰۸ء

۱۵۔ ملا علی قاری، مرقات، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

۱۶۔ علامہ مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۹

۱۷۔ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارج النبوت، ترجمہ غلام معین الدین، کراچی

۱۸۔ وناس، جلیل محسن، اہل البیت وآثارہم الواردۃ فی الالفۃ بین المسلمین دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۷

are described. This is actual righteous path between the excess and scarcity, were firmed by the followers of Islam. Who can be included under the umbrella of *Ahl-e-Bait*? What is the dignity and status of them? How the holy Quran and the *Hadith* narrated their distinctiveness. and how much they were idealized regarding spiritual manners. These were the subjects which were described simply and in comprehensive way in the *Makatobat* of Imam Rabbani. This thought of Imam Rabbani was also influenced on *the Mujaddadi Sofias.*

In this period of diversity of thoughts, in order to the perfection and firmness of beliefs and actions, the study of thoughts of Imam Rabbani which are based on consistency can develop the social uniformity and religious harmony.

The Holy Quran preferred beliefs and faiths over actions. Because it is very clear that if one action is done according to the fake believe, in this way this action will be done but it is not the required true or *Saleh* action as per the requirement of the holy Quran. Therefore the *Mus'leheen* and *Da'ayan-e-Islam* followed and adopted the *Uswah-e-Hasana* and paid fully attention to strengthen the foundation of beliefs. The actions will be certainly perfected if the beliefs are accurate and firmed. In the crucial period, Imam Rabani Sheikh Sir Hindi came in the world with the support of Almighty Allah and played a vital role to correct all these elements and served his all capabilities for it.

Sanctity of the companions of the Hazrat Muhammad (SAWS) was one of the issues and problems of that period. These elements were increased and promoted by the external and political factors which were caused the attack on the dignity of the companions of the Hazrat Muhammad (SAWS). Hazrat Imam Rabbani introduced the basic principals regarding the sanctity of companions. He also stated all those things in the simple and perceptional way which were in the books of beliefs by the *Ulema* of *Ahl-e-Sunnah*. As well as the pious status of companions was discussed by him which was contaminate by the wrong beliefs of *Sofias*. It is essential that the beliefs of *Ahl-e-Sunnah* about *Ahl-e-Bait* and having the quality of stability and restraint

Title:	Dignity of Ahl-e-Bat: An Analysis of Shaykh Ahmad Sirhindi (RH) Thoughts
Author:	Dr. Muhammad Humayun Abbas Shams Ph.D. (B.Z. University Multan. Pakistan) Post Doc. (University Of Glasgow. Glasgow. U.K.)
Proof Reading:	Shahid Hussain. Amjad Razi
Published by:	Tahqiqaat Lahore
Price:	10 $
First Edition:	Feb. 2014/1435 A.H

297.64 Shams, Muhammad Humayun Abbas

SHA Dignity of Ahl-e-Bat an analysis of Shaykh Ahmad Sirhindi's

(RH) Thoughts

Lahore: Tahqiqaat, 2014

56p
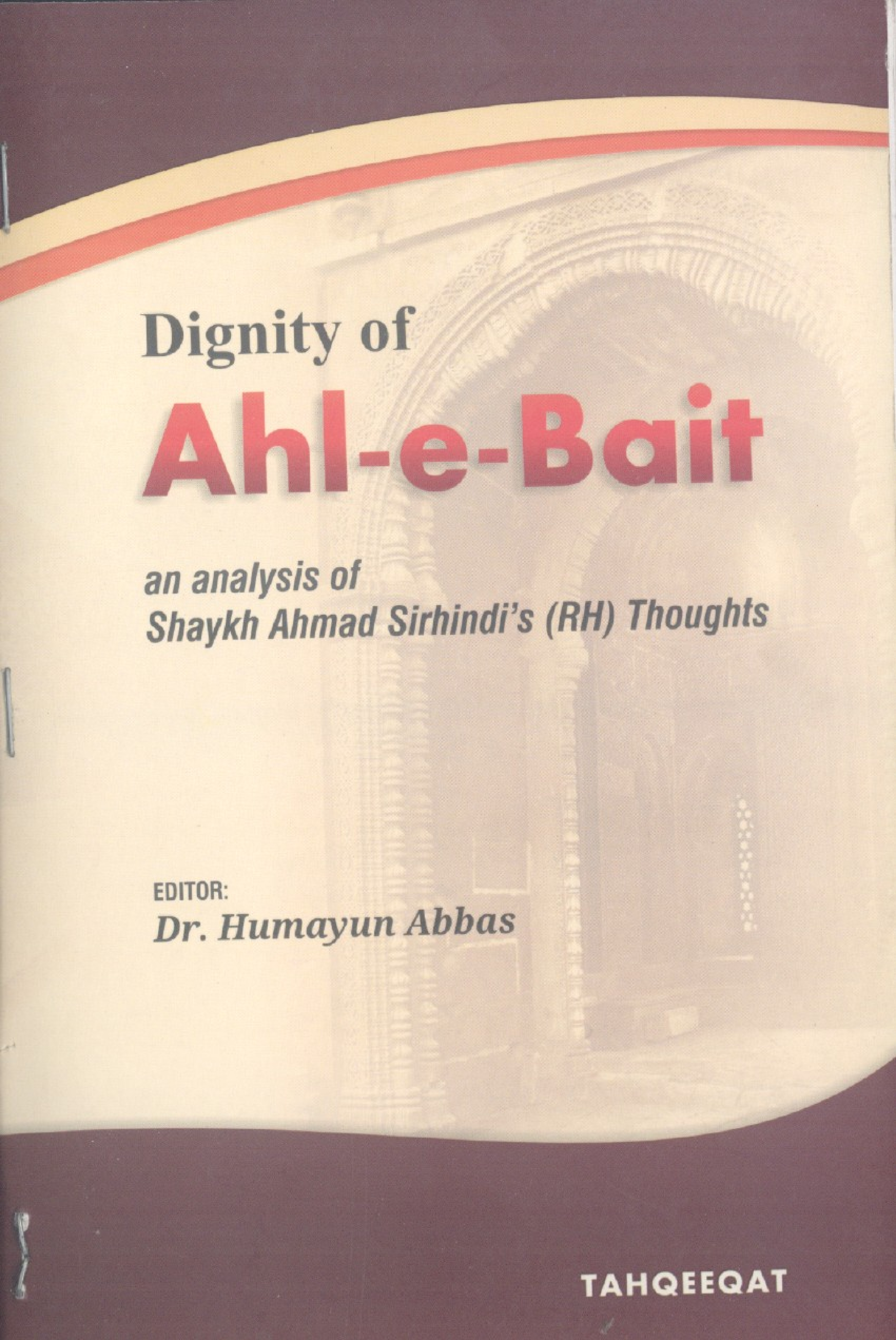
Dignity of
Ahl-e-Bait

an analysis of
Shaykh Ahmad Sirhindi's (RH) Thoughts

EDITOR:
Dr. Humayun Abbas

TEHQIQAT

Dignity of
Ahl-e-Bait

an analysis of
Shaykh Ahmad Sirhindi's (RH) Thoughts

EDITOR:
Dr. Humayun Abbas

TAHQEEQAT